قرآن اور حج — مساوات اور اخوتِ انسانی کا عملی مظاہرہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

مساوات اور یک رنگی کو بہ رنگ عبادت عملی صورت دینے کے لئے حق تعالیٰ نے حج کی عبادت مقرر فرمائی کہ اس قبلہ پر اکٹھ مشرق و مغرب کی قومیں یکساں انداز سے جمع ہوں تاکہ ان میں سے اونچ نیچ کے جراثیم ختم ہوں۔ بلکہ اس مساویانہ اجتماع سے پیدا شدہ عملی مساوات کے نمونہ کو سامنے رکھ کر وہ اپنی پوری زندگی اسی مساوات اور باہمی برابری کے ساتھ گذار دیں۔

اسی بناء پر شریعت اسلام نے اس قبلہ کو اول تو سارے انسانوں کا قبلہ قرار دیا چنانچہ آثار و روایاتِ حدیث سے ثابت ہے کہ کوئی نبی دنیا میں ایسے نہیں گذرے کہ انہوں نے اس قبلہ کا طواف نہ کیا ہو اور ظاہر ہے کہ جب سارے انبیاء اس بیت خداوندی کی عظمت اور اس سے عشق و محبت کرتے آئے ہیں اور اسے اپنا قبلہ تسلیم کر چکے ہیں تو قدرتی طور پر ان کے ماننے والی قوموں کا قبلہ بھی یہی بیت اللہ ثابت ہوتا ہے۔

پھر قرآن نے بھی یہی بتلایا کہ قبلہ کی وضع دنیا کے سارے انسانوں کے لئے ہوئی ہے، ارشادِ ربانی ہے کہ:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔	سب سے پہلا خدا کا گھر (کعبہ معظمہ) جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا وہ مکہ میں ہے۔

...

آیت کریمہ میں اول تو "وُضِعَ لِلنَّاسِ" کا لفظ لایا گیا۔ یعنی سارے انسانوں کے لئے، وُضِعَ لِلعَرَبِ یا لِلعَجَمِ نہیں فرمایا گیا جس سے عرب اور بقیہ ساری اقوام کا قبلہ یہی بیت کریم ثابت ہوا۔ پھر اسے ہدایت اور راہنما بتلانے کے لئے "عَالَمِیْنَ" کا لفظ استعمال فرمایا کہ وہ جہانوں اور عالموں کے لئے ہدایت ہے جس سے اس قبلہ کا تمام جہانوں کے لئے عالمی ہدایت کا قبلہ ہونا ثابت ہوا جس کے معنی اس کے سوا

دوسرے نہیں کہ اطراف و اکناف عالم سے تمام اصناف بشر اور تمام قومیں اس عالمی رہنمائی کے تحت حج کرنے کے لئے اسی کیطرف بڑھیں، اور اپنی اجتماعیت کبریٰ یا عالمی اجتماعیت کا ثبوت دیں۔

اسی لئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جنہیں قرآن نے امام الناس فرمایا ہے۔ کہ " إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا " اور فرمایا کہ " أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ " لوگوں کے لئے حج بیت اللہ کا اعلان عام کر دیں تو یہاں بھی دونوں جگہ بلا تخصیص عرب و عجم " الناس " کا لفظ لایا گیا یعنی موذن تو امام الناس بنائے گئے جنہیں بلا تخصیص تقریباً دنیا کی تمام بڑی قومیں امام تسلیم کرتی ہیں اور اس اعلان عام کا مخاطب بھی الناس ہی کو بنایا گیا جس میں کسی قوم یا ملک کی تخصیص نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ سارے انسانو، حج کے لئے چلو، اس لئے امام العرب، یا امام الشام یا امام العراق نہیں بلکہ " امام الناس " کہا گیا جنہیں یہود و نصاریٰ بھی امام مانتے ہیں اور مسلمان بھی انہیں اپنا امام تسلیم کرتے ہیں، مجوس اور فارسی قومیں بھی، زرتشت کے نام سے انہیں امام تسلیم کرتی ہیں اور براہمہ بھی براہیم کو اپنا امام مانتے ہیں، غالباً اسی لئے انہوں نے اپنا لقب براہمہ رکھا ہے، نیز بقیہ اقوام بھی تبعاً اسی ذیل میں آجاتی ہیں جو ممکن ہے کہ ناموں کے تفاوت سے وہ بھی ان کی امامت کو تسلیم کرتی ہوں۔ غرض اعلان حج کے لئے امام الناس کو منتخب فرمایا جانا اس کی کھلی علامت ہے۔ کہ حج کا یہ اذن عام دنیا جہاں کے سارے انسانوں کے لئے تھا۔ اور حج کے اس اعلان عام کا مخاطب " الناس " کو بنایا جانا بھی جس میں کسی ملک یا قوم کی تخصیص نہیں اس کی کھلی دلیل ہے کہ حج کا خطاب دنیا کے سارے انسانوں کے لئے ہے جس سے صاف واضح ہے کہ حق تعالیٰ نے اس قبلۂ مقدسہ کو مرکز ناس اور مرکز عالم بنا کر حج کے لئے اس کے اردگرد سارے ہی انسانوں کو جمع کرنے کا اذن عام دیا ہے جس سے حج ایک بین الاقوامی عبادت ثابت ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اور قومیں اس سے منحرف بھی ہو جائیں اور صرف مسلمان ہی اس کی طرف رجوع کریں تب بھی وہ بین الاقوامی ہی تبلکہ ثابت ہوگا۔ کیونکہ مسلمان دنیا کے ہر خطے میں موجود ہیں اور وہ یورپ ایشیا، افریقہ اور امریکہ سے چل کر ذیت بیت حج کے لئے آئیں گے تو اس کی بین الاقوامیت پھر بھی نمایاں رہے گی۔ اور اسی سے پہنچ کر حج بین الاقوامی ہی عبادت ثابت ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ حج بروئے قرآن اس دنیا میں ایک عالمی اجتماع ہے جس میں ساری قومیں یکسانی کے ساتھ حصہ لیتی ہیں اس لئے ان میں قدرتی طور پر اخوت اسلامی عالمی مساوات اور عالمی بھائی چارہ اور عالمی خدمت کا جذبہ ابھرنا ہی چاہیئے پھر ساتھ ہی حج میں صورتوں میں بھی مساوات رکھی گئی ہے، پھر اسی پر قناعت نہیں کی گئی کہ اقوام ہی سب یکساں رہیں، بلکہ آنے والے افراد میں بھی باہم یکسانی اور مساوات رونما ہو لباس بھی سب کا ایک ہو۔ وضع بھی ایک اور افعال بھی سب کے ایک اور یکساں ہوں، امیر و غریب، بادشاہ و گدا، خواص و عوام، عالم و جاہل، نیک و بد، صالح، طالح، متقی اور فاسق، ایک ہی لباس میں، ایک ہی کفن میں، ننگے سر، ننگے پاؤں

یکساں نقیرانہ انداز سے اس بیت کریم کے ارد گرد جمع ہوں احرام بندھا ہوا ہو اور ایک وضع اور ایک رخ ہو کر اس بیت کریم کے ارد گرد پروانوں کی طرح چکر کھائیں، طواف کریں، اور اس پر اپنی جانثاری کا ثبوت دیں۔

عرفات کے میدان میں بھی اسی ایک وضع میں ننگے سر ہو کر اپنے رب کے سامنے گڑگڑائیں اور فریاد کریں مزدلفہ اور منیٰ میں بھی ایک ہی انداز سے گریہ زاری میں محو اور مست ہوں۔ صفامروہ کی پہاڑیوں کے درمیان بھی اسی ایک انداز گردیدگی اور محویت سے عاشقانہ اور والہانہ دوڑ لگائیں ایک قافلہ دوسرے قافلے کو دیکھے تو بجائے کسی دنیوی یا معاشرتی نعرہ کے "لبیک لبیک" کا نعرہ بلند کرے تاکہ باہمی یکسانی کے ساتھ انکی بندگی میں بھی یکسانی رہے اور ایک ہی متواضعانہ اور سرفروشانہ انداز سے ایک دوسرے کے سامنے آئیں خواہ وہ حکمران ملک اور سربراہان ریاست ہوں یا عوام الناس اور پبلک میں ہوں، ظاہر ہے کہ جب اس طرح لاکھوں لاکھ انسانوں کی ایک ہی نقیرانہ وردی، ایک ہی سب کی نقل و حرکت، ایک ہی عمل، ایک ہی مرکز، اور ایک ہی رخ ہو گا تو کیسے ممکن ہے کہ اس مساویانہ انداز میں ہو کر ان میں اونچ نیچ کا کوئی تصور بھی باقی رہے، دنیا کی کوئی قوم اس عملی مساوات کا نمونہ دکھلائے تو سہی کہ ایسی بین الاقوامی مساوات کس میں ہے اور ظاہر و باطن کی برابری اور ہمواری کا ایسا سچا مظاہرہ کس نے کر کے دکھلایا ہے، یا دکھلا سکتی ہے۔

پھر اسی کے ساتھ سب کی پارسائی اور زہد و قناعت کا یہ عالم کہ گھر و بار چھوڑے ہوئے زر و مال بقدر ضرورت ہی لئے ہوئے، نہ رسمی عزت و جاہ کا تصور، نہ کسی پر کسی کو بڑائی کا زعم، نہ کسی میں اونچ نیچ کا وہم، نہ کسی کی زبان پر کوئی فحش و بے حیائی کا کلمہ نہ آپس میں جھگڑا اور نزاع، نہ جدال و قتال بلکہ قلبی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ گردیدگی، خدمت باہمی کا جذبہ، ایثار قربانی کا ہمہ وقت تصور، اور ہر ایک میں بجائے اونچ ہونے کے تواضع اور فروتنی کا غلبہ اور بجائے نیچ ہونے کے غناء و توکل کا جذبہ، رسمی کر و فر اور ٹھاٹھ باٹھ سے کوسوں دور سادگی اور بے تکلفی سے مخمور، اسی ایک کی محبت میں چور چور، اسی کو پکارنا، اسی ایک سے مانگنا، اور اسی ایک کے آگے جھکنا جو سب کا ایک ہی مرکز حقیقی، اصل وجود اور خالق و مالک ہے، اور اسی کے اس بین الاقوامی گھر کے ارد گرد گھومنا جو سب کا مرکز ظہور، سب کی مادی اصل اور سب کے لئے مرکز کشش ہے۔

دنیا کی کوئی قوم قلوب کی یہ یکسانی، قوالب کی یہ مساوات، افراد انسان کی یہ عالمی موانست، اور اولاد آدم کی یہ عالمی اخوت دکھلائے تو سہی کہ کہاں ہے، جو اسلام اور مسلم نے اپنے رب سے جڑ کر دکھلائی، اور نہ خود ہی دکھلائی بلکہ اسی نے دنیا کو یہ سبق دیا کہ اونچ نیچ کا مٹانا نعروں سے نہیں بلکہ عملاً یوں

ہوتا ہے اور کبر و غرور کا سر اسطرح توڑا جاتا ہے۔
اسی توجہ الی اللہ اور یک رخی کا قدرتی اثر ہے کہ اس لاکھوں لاکھ کے مجمع میں جس میں مرد اور عورت مساوات کے ساتھ ایک جگہ ایک مقام پہ جمع ہوتے ہیں، نہ کہیں فحش کا نشان ہوتا ہے، نہ بے حیائی کا وہم و گمان، نہ معصیت کاری کا کوئی داعیہ، نہ کسی کی حق تلفی کا کوئی جذبہ دوں میں بھی امن وسکون اور باہر بھی امن وسکون، نہ مار دھاڑ ہے۔ نہ طبقہ وارانہ فساد، نہ نزاع و جدال ہے۔ نہ قتل و قتال، نگاہوں میں پاکی اور دلوں میں حق شناسی، اور ساتھ ہی ساتھ عبادت اور اللہ سے وابستگی،

یوں بہم کس نے مکتے ساغر و سنداں دونوں

عملاً دکھلا دیا جاتا ہے کہ معاصی اور گناہوں سے کیونکر بچا جاتا ہے۔ اور انسانی ہمدردی اور مساوات کو عبادت کے ساتھ کسطرح بروئے کار لایا جاتا ہے۔

پھر حج میں یہ عالمی اخوۃ و مساوات محض لفظی یا اخلاقی حد تک محدود نہیں رکھی گئی بلکہ اس کے ساتھ تعاون باہمی ضرورتمندوں کے لئے مالی اعانت و ہمدردی کا سلسلہ بھی قائم فرمایا گیا ہے۔ تاکہ یہ اخوۃ و مساوات ہر نہج سے مستحکم ہوتی رہے اور اس حسن سلوک اور احسان عام سے دنیا کے ہر خطہ کے مسلمان دوسرے ملک کے مسلمانوں کے ساتھ منت پذیری اور احسان شناسی کے ساتھ مربوط ہوں، کیونکہ خصوصیت سے اس طویل و بعض سفر میں صرف امراء ہی نہیں آتے بلکہ غرباء بھی شامل ہوتے ہیں۔ بلکہ اکثریت غرباء ہی کی ہوتی ہے۔ جو اپنے ذوق و شوق سے کسی نہ کسی ضروری حد تک ہی سامان سفر مہیا کرکے پہنچ پاتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس رقم کی قلت ہو جائے اور وہ اپنی بعض واجبی ضروریات بھی پوری نہ کرسکیں اور تکلیف میں مبتلا ہو جائیں یا ضرورت کی حد تک رقم ہو مگر اچانک کوئی غیر معمولی ضرورت پیش آجائے جو ان کی برداشت سے باہر ہو جیسے بیماری اور دوا دارو وغیرہ کی پریشانی، یا یہ بھی نہ ہو مال چوری چلا جائے اور وہ غنی ہوتے ہوئے بھی اس سفر غربت میں فقیر بن جائیں اور مستحق امداد بن جائیں، یا ان میں سے کوئی بھی صورت پیش نہ آئے وقتی حالات کے لئے تالیف قلوب ہی ضروری ہو جائے ان تمام احوال کے پیش نظر حدیث نبویؐ نے یہ کہہ کر ان کی مالی اعانتوں کی ترغیب دی کہ حرم محترم میں جو بھی غریبوں پر خرچ کیا جائے گا تو اس کا اجر ایک لاکھ گنا ہوگا یعنی ایک روپے کا صدقہ ایک لاکھ روپے کے صدقہ کے مساوی ہوگا جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر حرم میں جو تزکیۂ نفس یا رذیلۂ بخل سے پاکی اور غنائے نفس کا ملکہ ایک لاکھ روپیہ صدقہ دیکر پیدا ہوتا ہے۔ وہ حرم محترم میں ایک روپیہ دیکر ہو جائے گا، اور روحانی ترقی کے درجات ایک سے ایک لاکھ تک یکدم پہنچ جائیں گے، سو کون ہوگا کہ اس ترغیب کے بعد اس بہتی ہوئی سبیل میں ہاتھ تر نہ کرے ۔ پھر قرآن کریم

نے حج کی قربانیوں تک میں جو مناسک حج میں سے ہیں۔ غرباء اور ضرورتمندوں کی رعایت فرمائی اور اس حسنِ سلوک کا سلسلہ بھی عالمی بنا دیا، ارشاد حق ہے :

فکلوا منها واطعموا (سوان قربانیوں کے جانوروں میں سے)
البائس الفقیر خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ۔

غرض حج میں جیسے عالمی اخوۃ و مساوات رکھی گئی ہے۔ ویسے ہی مالی تعاون کو بھی بین الاقوامی بنا دیا گیا ہے۔ کیونکہ مصیبت زدہ فقیر میں کسی ملک یا وطن کی تخصیص نہیں فرمائی گئی کہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے بلکہ دنیا کے کسی خطہ کے بھی ہوں سب اس میں داخل ہیں۔

سوال یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص صدقہ و خیرات کا جذبہ بھی رکھتا ہے۔ اور غریبوں کی مدد بھی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن نقد رقم اس کے پاس اتنی نہ ہو کہ وہ یہ جذبہ پورا کر سکے۔ تو قرآنِ حکیم نے اس صورتِ حال کو سامنے رکھ کر اس کی بھی اجازت دی کہ اگر کوئی مالِ تجارت ساتھ لے جاکر فروخت کر سکے جس سے اپنی اور اپنے دوسرے بھائیوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہوں تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور نہ اس عبادت میں اس سے کوئی فرق پڑے گا۔ ارشاد فرمایا گیا :

لیس علیکم جناح ان تبتغوا (اگر حج میں کچھ اسباب تجارت ہمراہ لے جانا
فضلا من ربکم ۔ مصلحت سمجھو تو) تم کو اس میں بھی ذرا گناہ نہیں
کہ (حج میں) معاش کی تلاش کرو۔ (جو تمہاری قسمت میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے (لکھا ہے)۔

دوسری جگہ اک دوسرے عنوان سے اسی اجازت کو اس طرح دوہرایا گیا ہے کہ اس میں ترغیب ..... دینے کی شان بھی پیدا ہو گئی، جہاں ابراہیم علیہ السلام کو حج کا اعلان عام کر دینے کا امر فرمایا گیا ہے وہیں یہ بھی ارشاد حق ہے، فرمایا :

لیشهدوا منافع لهم۔ (اس اعلانِ عام سے لوگ پیدل) اور دبلی پتلی اونٹنیوں پر جو دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی چلے آئیں گے) تاکہ وہ اپنے فوائد کے لئے آموجود ہوں۔

یہاں منافع کا لفظ عام ہے جس میں اولیت کے ساتھ حج کے اخروی منافع جیسے رضاء الٰہی اور اجر و ثواب اور آخرت کی ترقی درجات بھی داخل ہیں، اور ثانویت کے ساتھ دنیوی منافع جیسے قربانی کا گوشت کھانا اور کھلانا اور تجارت یا صنعت و حرفت یا زراعت وغیرہ سے مالی منافع بھی شامل ہیں۔ یہاں قرآن حکیم نے ... حج کے مسئلے سے عالمی اخوۃ و مساوات کے رشتے ... دیئے

ہی عالمی تجارت اور بین الاقوامی انداز سے صنعت وحرفت کے منافع کا راستہ بھی ہموار فرما دیا تاکہ یہ اخوت ومساوات حسن سلوک کی مضبوط بنیادوں پہ قائم رہے اور عالم گیر طریق پہ امداد باہمی اور تعاشے باہم کے سلسلے جاری رہیں تاکہ مسلمانوں کے روابط صرف اپنے ہی ملک کے مسلمانوں تک محدود نہ رہ جائیں بلکہ دنیا کے آخری کناروں تک پہنچیں اور بین الاقوامی بنیں۔

بہرحال حج ایک بین الاقوامی عبادت، بین الاقوامی مساوات، بین الاقوامی اخوت، اور بین الاقوامی تعاون کا ایک بے مثال اور عظیم المرتبت نمونہ ہے۔ جس میں مرکز بھی ایک، عمل بھی ایک، فکر بھی ایک، لباس بھی ایک وضع وہیئت بھی ایک، رُخ بھی ایک، محبت بھی ایک اور سب کی انسانیت بھی ایک ہو کر سامنے آتی ہے، اور اونچ نیچ، چھوت چھات، نفرت وحقارت باہمی کا بیج تک مارا جاتا ہے پس جو قومیں آج مساوات اور بھائی چارگی کی لفظی رٹ لگا رہی ہیں، وہ قرآن کے دئیے ہوئے اس نمونہ مساوات کو سامنے رکھ کر عبرت پکڑیں، ورنہ مساوات اور بھائی چارہ کے نمائشی دعوے زبان پر نہ لائیں۔ وہ صرف مساوات، اخوت اور بھائی چارہ کے الفاظ رٹتے ہوئے ہیں اور شاید وہ بھی اسلام ہی کی اس عام پکار اور دعوت کی بدولت کہ "کلکم بنو آدم وآدم من تراب۔" تم سب اولادِ آدم ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے، تم میں نہ کوئی سورج کی اولاد ہے، نہ چاند کی، نہ کوئی سونے سے بنا ہوا ہے، نہ چاندی سے، نہ کوئی خدا کے منہ سے نکلا ہوا ہے۔ نہ اس کے پیروں سے بلکہ سب اسکی مشیت وتخلیق سے ایک ہی جوہر سے اور ایک ہی باپ کی اولاد سے پیدا شدہ ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں، اور اسلام ہی کے نعرہ کی بدولت کہ ان الناس کلھم اخوۃ۔ انسان سارے کے سارے آپس میں بھائی بھائی ہیں، اخوت ومحبت کے لئے بنائے گئے ہیں۔ وہ لوگ چاند سورج کی اولاد بنکر انسانوں کو اخوت ومساوات کا درس نہیں دے سکتے بلکہ آدم خاکی کی اولاد ہو کر اور آدمیوں میں ملکر ہی یہ سبق پڑھا سکتے ہیں وہ بہت سے خداؤں کے بندے بنکر دنیا کو ایک مرکز پہ جمع نہیں کر سکتے بلکہ ایک اور صرف ایک واحد قہار اور بے مثل ویکتا خدا کے بندے بن کر ہی وحدت اور مرکزیت کے نقطہ پہ لا سکتے ہیں۔ کیونکہ اسی خدائے واحد وبے ہمتا نے عالمی اخوۃ اور محبت کے لئے دنیا میں تین مرکز کلام اللہ، بیت اللہ، اور رسول اللہ بھیجے ہیں۔ جنہیں عالمی مرکزیت دی ہے۔

قرآن کو "ذکری للعلمین" بتلایا، بیت اللہ کو ھدی للعلمین۔ فرمایا اور حضرت خاتم الانبیاء کو رحمۃ للعلمین کہا۔ قرآن سے عالمگیر ہدایت بصورت قانونِ حق پھیلی، بیت اللہ سے عالمگیر اخوت ومساوات بصورت حج اکبری، اور نبی خاتم سے عالمگیر رحمت ومحبت اور انسانیت بصورت

عمل سامنے آئی۔

اس لئے جو قومیں بھی صحیح ہدایت، صحیح اخوت ومساوات اور صحیح انسانیت انسانوں میں دیکھنا چاہتی ہیں، انہیں ان تین مرکزوں سے چارۂ کار نہیں ہے اور یہ پاک پونجی انہیں ان ہی تین دروازوں سے مل سکتی ہے۔ اگر تعصبات کو چھوڑ کر طلب صادق کے ساتھ ان کے سامنے آئیں گی تو بلاشبہ کامیاب واپس ہونگی۔ حاصل یہ کہ حج جیسے بین الاقوامی اور اجتماعی رنگ کی عبادت ہے۔ ویسے ہی عالمی اخوت ومساوات اور عالمی امداد باہمی کا سرچشمہ بھی ہے۔

قرآن حکیم نے اخوت ومساوات کا ایک مستقل قانون دیا ہے جس کا ایک اہم پہلو حج کی عبادت میں بھی مضمر تھا۔ اس لئے موضوع کی رعایت سے اسی پہلو کو اس مختصر خطاب اور اس قلیل دقت میں ظاہر کرنا مقصود تھا ورنہ حج کے سلسلے میں دینی اور دنیوی فوائد ومنافع کی فہرست اس سے کہیں زیادہ طویل ہے، اتنی نہیں کہ ان چند سطروں میں سما سکے اس کے لئے دفتر درکار ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

صاحب مدظلہٗ دوسرے علماء کے ہمراہ شانہ بشانہ رہے اور اس مسئلے کی جملہ کوششوں میں سردھڑ کی بازی لگاتے رہے۔

آپ نے تبلیغ دین، اسلامی تعلیمات اور علوم عربیہ کی پاکیزہ اقدار قائم رکھنے کیلئے ان گنت کوششیں کی ہیں۔ اسی اصول کے پیش نظر آپ نے مختلف عربی مدارس کی سرپرستی فرمائی۔ جن مدارس کے ارباب نظم ونسق شکستہ خاطر تھے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور جو تعاون چاہتے تھے ان کی امداد کی۔ اس وقت کئی مدارس عربیہ آپ کی زیر نگرانی علوم وفنون کی ترویج واشاعت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ ان میں قابل ذکر یہ ہیں۔

۱۔ دارالعلوم کبیر والا۔ ۲۔ مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی۔ ۳۔ مدرسہ فرقانیہ راولپنڈی۔
۴۔ مدرسہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی۔ ۵۔ مدرسہ سراجیہ فورٹ عباس۔ ۶۔ دارالعلوم مجددیہ مانکی شریف۔ ۷۔ مدرسہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ۔

اس کے علاوہ آپ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی مجلس عاملہ کے ممبر بھی ہیں۔ مشہور آئین شریعت کانفرنس لاہور کے اجلاس کی صدارت کی۔